

جنرل یحییٰ خان سرکاری طیارہ سے بڑے پروتار طریقے سے باہر نکلا۔ اسلام آباد ایئر پورٹ پر صدر کا مکمل پروٹوکول موجود تھا۔ سرکاری عمال سر جھکائے نیم سجدہ حالت میں پاکستان کے چیف ایگزیکٹو کو سلام کرنے کیلئے کھڑے تھے۔ یحییٰ خان نے بہترین سوٹ پہن رکھا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ کسی سپر پاور کا قائد دورہ کر رہا ہے۔ اچانک بی بی سی کا ایک نمائندہ نمودار ہوا۔ یہاں تک کیسے پہنچا، کسی کو علم نہیں تھا۔ انتہائی گستاخانہ طریقے سے صدر سے پوچھا کہ کیا یہ ملک آپکے کنٹرول میں ہے۔ کوئی بھی سرکاری پیادہ اتنے سخت سوال کی تاب نہ لا سکا۔ سب کے چہرے پر تیوریاں چڑھ گئیں۔ جنرل یحییٰ نے انتہائی متکبرانہ انداز میں دائیں بائیں دیکھا۔ بھرپور اور پُر اعتماد انداز سے جواب دیا، کہ میرے علاوہ کون ہے جو اس ملک کو کنٹرول میں کر رہا ہے۔ بی بی سی کے نمائندے کو اگلا سوال پوچھنے کی اجازت نہیں ملی۔ صدر اپنے لیے منگوائی گئی کالی مر سیڈیز میں بڑے تحکمانہ طریقے سے بیٹھ کر روانہ ہو گیا۔ اس وقت اصل صورتحال کیا تھی۔ مغربی پاکستان کا کثیر علاقہ ہندوستانی فوج کے قبضہ میں تھا۔ مشرقی پاکستان پر قبضہ ہونے میں صرف چند دن رہ گئے تھے۔ ایک ہفتہ بعد ملک ٹوٹ چکا تھا۔ ہزاروں فوجی اور پاکستانی شہری قیدی بنا لیے گئے تھے۔ پاکستان ریڈیو پر خبر چل رہی تھی کہ ہم توقع کرتے ہیں کہ بھارت ہمارے قیدیوں سے جینیو کنونشن کے مطابق اچھا سلوک کریگا۔ صدر سے جس وقت سوال پوچھا گیا۔ اس وقت اسے مکمل طور پر ملکی خراب حالات کا شعور تھا مگر تجاہل عارفانہ اور خوفناک دروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے قوم کو سچ بتانے کیلئے تیار نہیں تھا۔ یہ واقعہ بی بی سی نے لاکھوں بار اپنے چینل پر دکھایا ہے۔ سچ کو چھپانے کی آخری وقت تک بھرپور کوشش کی گئی۔ جنرل ضیاء الحق بھرپور طاقت سے ملک پر قبضہ کر گیا۔ ضیاء الحق نے تباہ کن کرم فرمایا۔ ایک دم، پورا ملک جو پہلے دن سے اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا۔ کمال مہربانی کرتے ہوئے اسے اپنی متعین کردہ صراطِ مستقیم پر گامزن کر دیا گیا۔ خفیہ ادارے رپورٹیں بنانے لگے کہ فلاں افسر یا سیاستدان نماز پنجگانہ ادا کرتا ہے یا غفلت کے اندھیروں میں ڈبکیاں کھا رہا ہے۔ چند فطین لوگوں نے قلیل ترین مدت میں حیرت انگیز طور پر ماتھوں پر محرائیں بنا ڈالیں۔ یہ ڈاکٹروں کی سرجری کا کمال تھا یا انکی ریاضت شب کا، فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے۔ خود جناب صدر جب عبادت فرماتے تھے تو افسران اور سیاستدان جوق در جوق انکے پیچھے کھڑے ہو جاتے تھے۔ تمام لوگوں کی کوشش ہوتی تھی کہ صدر کی نظروں میں رہیں۔ اس دور میں وہ تمام منفی اقدامات اٹھائے گئے جو آج تک ہمارے لیے مصیبت کا باعث ہیں۔ ہر ایک کو پتہ تھا کہ مذہبی تنظیموں کو بے پناہ سرمایہ، افرادی قوت اور سرکاری سرپرستی حاصل ہے۔ مگر کوئی سچی بات کرنے کیلئے تیار نہ تھا۔ دلیل پر بات کرنے کو جرم قرار دیا گیا۔ جہاد کے عظیم قرآنی حکم کو انتہائی محدود طریقے سے استعمال کرتے ہوئے افغانستان میں جنگ شروع کر دی گئی جو آج تک جاری ہے۔ ملک میں فرقہ وارانہ جرائم اور قتل ہونے شروع ہو گئے جو آج تک ہو رہے ہیں۔ مگر تمام قوم جھوٹ سنتی رہی۔ سرد ہفتی رہی اور یوم آزادی پر بھنگڑے ڈالتی رہی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ لفظ آزادی کا توالف تک اس دور میں موجود نہیں۔ ہر اہم انسان ضیاء الحق کا درباری بنکر ملک کو برباد کر تا رہا۔ فضا میں دھماکہ سے ضیاء الحق تو دنیا سے رخصت ہو گیا مگر فرقہ واریت، تعصب، مذہبی دہشتگردی کا طاقتور جن بوتل توڑ کر باہر نکل آیا۔ ضیاء الحق کو سو فیصد پتہ تھا کہ ملک تباہی کی طرف جا رہا ہے۔ مگر آخر دم تک وہ اس سچ کو کہنے کی ہمت نہ کر سکا۔ پورا معاشرہ ذات اور برادری کی تقسیم میں گھر گیا۔ تیرہ برس کے مکمل جھوٹ نے سچ کو سامنے آنے ہی نہیں دیا۔ جب سچ سامنے آیا تو قوم بالکل منتشر اور تقسیم تھی۔ یہ کیفیت آج بھی بعینہ ہی یہی ہے۔

پرویز مشرف نے سب سے پہلے پاکستان کا نعرہ لگایا۔ بہت دلکش اور طاقتور۔ مگر پھر امریکی جنگ میں کود کر عملی طور پر ہم دنیا کے آخر ترین بلکہ پسماندہ ترین ملکوں کی صف میں شامل ہو گئے۔ سب سے پہلے پاکستان کے نعرے نے ہماری ایسی درگت بنائی کہ آج ہمارا ملک ہر لحاظ سے صف آخر کے ملکوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ سیاستدانوں نے اس تمام مغالطے کو بڑھا دیا اور اسے ذاتی مفاد میں بھرپور طریقے سے استعمال کیا۔ جھوٹ اور مبالغہ سے لبریز نعرے آج ہمارے قومی شعور کا حصہ بنا دیے گئے ہیں۔ تعلیم کے شعبہ میں بیس برس سے مسلسل بتایا جا رہا ہے کہ ایک تعلیمی ترقی کا طوفان برپا ہو چکا ہے۔ دنیا کے ماہرین ہمارے تعلیمی بزرگ جہروں کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہیں کہ ہمارا تعلیمی انقلاب کیونکر برپا ہو گیا۔ یہ معرکہ آخر کیسے مارا گیا۔ مکمل طور پر غیر جانبدار تحقیقی بین الاقوامی اداروں نے ثبوت فراہم کیے کہ ہمارا تعلیمی نظام مکمل طور پر اتری کا شکار ہے۔ ہماری شرح خواندگی مسلسل کم ہو رہی ہے۔ اسے مختلف ادنیٰ طریقوں سے جھوٹ کے غلاف میں لپیٹ کر پیش کیا جا رہا ہے۔ نظام تعلیم کو بہتر کرنے کی کوئی سنجیدہ اور مستند سوچ آج تک ہمارے سامنے نہیں لائی جا رہی۔ اصل صورتحال یعنی سچ بھی سامنے نہیں بولا جا رہا۔ تعلیمی میدان میں ہماری کمپریس اب ہر ایک کو نظر آرہی ہے۔ ہماری کوئی ڈگری بین الاقوامی معیار پر پوری نہیں اترتی۔ مگر تعلیمی کارنامے کا ڈھول اس قدر پیٹا جا رہا ہے کہ کان میں اسکے علاوہ کوئی آواز ہی سنائی نہیں دے رہی۔ ہر طرف تعلیم، تعلیم اور صرف تعلیم کی باتیں کی جا رہی ہیں۔ کوئی نہیں بتا رہا کہ جناب سچ تو یہ ہے کہ ہم لوگ دنیا کی جاہل ترین اقوام کی فہرست میں اونچے درجہ پر ہیں۔ پوری دنیا حقیقت کو جانتی ہے مگر ہم بھند ہیں کہ نہیں، ساری دنیا غلط ہے صرف ہم سچے ہیں۔ ہم سے سیکھو کہ علم کیا ہے۔ تعلیم کس چیز کا نام ہے۔

غیر جانبدار تجزیہ اور تحقیق ہی وہ عدسہ ہے جس کے ذریعے کوئی بھی سچ پر کھا جاسکتا ہے اور اسے جھوٹ سے علیحدہ کیا جاسکتا ہے۔ کسی زاویے یا شرح سے تعصب کے بغیر ملک کا جائزہ لیں۔ شدید مایوسی ہوگی۔ ہمیں چند صنعتی پنڈت اور گرو، روز بتاتے ہیں کہ پاکستان میں ایک صنعتی انقلاب آرہا ہے یا ہمارا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔ ہم ایک بھرپور معیشت بننے جا رہے ہیں۔ بس چند ماہ یا سال کی بات ہے کہ چین اور امریکہ ہم سے قرض لیا کریں گے۔ مگر آج کی حقیقت یہ ہے کہ ہماری کرنسی مکمل طور پر بے وقعت ہو چکی ہے۔ اقتصادی صورتحال کا اصل جوہر برآمدات ہوتی ہیں۔ گزشتہ سالوں میں برآمدات پچیس بلین ڈالر سے گر کر بیس بلین ڈالر تک آچکی ہیں۔ مقابلے کے طور پر ملاحظہ فرمائیے۔ ترکی کی برآمدات 150 بلین ڈالر ہیں۔ بنگلہ دیش جو ہم سے بہت پیچھے تھا، آج اس ملک کی برآمدات 34 بلین ڈالر ہیں۔ ہندوستان کے متعلق بات نہیں کرنا چاہتا۔ اس لیے کہ تکلیف ہوتی ہے کہ وہ کس تیزی سے ترقی کر رہا ہے اور ہم کس برق رفتار منزلی کا شکار ہیں۔ خود فیصلہ کیجئے۔ اگر کوئی ملک واقعی صنعت میں ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہو تو اسکی برآمدات بڑھنی چاہیں یا کم ہونی چاہیں۔ کسی بھی مستند اقتصادی ادارے سے پوچھئے، آپکو حقیقت سمجھ آجائے گی۔ مگر نہیں، ہمیں ہر وقت، طویل عرصے سے بتایا جا رہا ہے کہ ہمارا ملک عظیم اقتصادی جن بننے جا رہا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ پوری دنیا میں ہمارے دعوؤں کو کوئی تسلیم نہیں کرتا۔ سچ صرف یہ ہے کہ ہم اقتصادی پاتال میں دھنسے ہوئے ہیں۔ مگر اس پاتال کو جنت بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔

روزگاری فراہمی کی طرف آئیے۔ پاکستان کے ہر گھر میں تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ بچے اور بچیاں موجود ہیں جنہیں معمولی سی معمولی ملازمت یا روزگار ملنا ناممکن ہے۔ ایم اے، ایم ایس کیے ہوئے لوگ سرکاری دفاتروں میں نائب قاصد تک لگنے کیلئے تیار ہیں۔ مگر وہاں بھی انکے لیے تمام دروازے بند ہیں۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ بچے رکشے تک چلا رہے ہیں۔ اکثریت باعزت روزگار ملنے کی مہم سی امید پر سانس لینے پر مجبور ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ امید جھوٹی ہے مگر اسکے علاوہ چارہ کوئی نہیں۔ اس وقت نوجوان نسل کی اکثریت شدید مایوسی کا شکار ہے۔ انہیں سمجھ نہیں آرہا کہ وہ کیا کریں، کیسے کریں۔ زندہ رہنے کیلئے کیا جتن کریں۔ بیانات سنیں تو لگتا ہے کہ ہمارے ملک میں بیروزگاری کا نام و نشان ختم ہونے کے قریب ہے۔ یہی نہیں بلکہ پوری دنیا کے نوجوان پاکستان میں روزگار حاصل کرنے کیلئے بے تاب ہیں۔ لاہور میں فیڈ ایکس کے دفتر میں برطانیہ کے ویزہ کے کاغذات وصول کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح امریکی ویزے کے حصول کیلئے مختلف مقامات ہیں۔ یہاں روز سینکڑوں جوان پاکستانی بچے، بچیاں، مرد، خواتین اور بزرگ قطاروں میں کھڑے ویزہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے نظر آتے ہیں۔ ہر مغربی سفارت خانے کے باہر صبح پانچ بجے سے لوگ قطار میں کھڑے ہو جاتے ہیں تاکہ جلد از جلد کھڑکی تک پہنچ جائیں، شائد ویزہ لگ جائے۔ اگر ہم واقعی ترقی کر رہے ہیں تو لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں لوگ ملک چھوڑنے کی قانونی اور غیر قانونی تگ و دو کیوں کر رہے ہیں۔ کیوں اس قدر لاچار ہیں کہ ہجرت پر مجبور ہو چکے ہیں۔ صرف اس لیے کہ یہاں ہر ایک کو معلوم ہے کہ انہیں صرف اور صرف جھوٹ کے ذریعے بیوقوف بنایا جا رہا ہے۔ جہاز ڈوب رہا ہے مگر وعدے بالکل متضاد ہیں۔ شائد انہیں حالات میں ہجرت فرض ہو جاتی ہے!